اسلام میں وصیت کا قانون

از: مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

وصیت کیا ہے

وصیت میت کے اس حکم کو کہتے ہیں جس پر موت کے بعد عمل کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص انتقال کے وقت یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد میری جائداد میں سے اتنا مال یا اتنی زمین فلاں شخص یا فلاں دینی ادارہ یا مسافر خانہ یا یتیم خانہ کو دے دی جائے تو یہ وصیت کہلاتی ہے۔ وصیت کو دو گواہوں کی موجودگی میں تحریر کرنا چاہیے تاکہ بعد میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔ شریعت اسلامیہ میں وصیت کا قانون بنایا گیا ہے؛ تاکہ قانون میراث کی رو سے جن عزیزوں کو میراث میں حصہ نہیں پہنچ رہا ہے اور وہ مدد کے مستحق ہیں، مثلاً کوئی یتیم پوتا یا پوتی موجود ہے یا کسی بیٹے کی بیوہ مصیبت زدہ ہے یا کوئی بھائی یا بہن یا کوئی دوسرا عزیز سہارے کا محتاج ہے تو وصیت کے ذریعہ اس شخص کی مدد کی جائے۔ وصیت کرنا اور نہ کرنا دونوں اگرچہ جائز ہیں لیکن بعض اوقات میں وصیت کرنا افضل و بہتر ہے۔ ایک تہائی جائیداد میں وصیت کا نافذ کرنا وارثوں پر واجب ہے، یعنی مثلاً اگر کسی شخص کے کفن دفن کے اخراجات، دیگر واجبی حقوق اور قرض کی ادائیگی کے بعد ۹ لاکھ روپے کی جائیداد بچتی ہے تو ۳ لاکھ تک وصیت نافذ کرنا وارثین کے لیے ضروری ہے۔ ایک تہائی سے زیادہ وصیت نافذ کرنے اور نہ کرنے میں وارثین کو اختیار ہے۔ کسی وارث یا تمام وارثین کو محروم کرنے کے لیے اگر کوئی شخص وصیت کرے تو یہ گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے وارث کو میراث سے محروم کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت سے محروم رکھے گا (کچھ عرصہ کے لیے)۔ (ابن ماجہ و بیہقی) انتقال کے بعد ترکہ (جائداد یا رقم) کی تقسیم صرف اور صرف وراثت کے قانون کے اعتبار سے ہوگی۔

ابتداء اسلام میں جب تک میراث کے حصے مقرر نہیں ہوئے تھے، ہر شخص پر لازم تھا کہ اپنے وارثوں کے حصے بذریعہ وصیت مقرر کرے تاکہ اس کے مرنے کے بعد نہ تو خاندان میں جھگڑے ہوں

اور نہ کسی حق دار کا حق مارا جائے۔ لیکن جب بعد میں تقسیم وراثت کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود اصول وضوابط بنادئے جن کا ذکر سورۃ النساء میں ہے تو پھر وصیت کا وجوب ختم ہوگیا، البتہ دو بنیادی شرائط کے ساتھ اس کا استحباب باقی رہا۔ ۱) جو شخص وراثت میں متعین حصہ پارہا ہے اس کے لیے وصیت نہیں کی جاسکتی ہے، مثلاً ماں، باپ، بیوی، شوہر اور اولاد۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابۂ کرام کے مجمع کے سامنے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کا حصہ مقرر کردیا ہے، لہٰذا اب کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔'' (ترمذی۔ باب ما جاء لا وصیۃ لوارث) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مزید وضاحت موجود ہے کہ میراث نے ان لوگوں کی وصیت کو منسوخ کردیا جن کا میراث میں حصہ مقرر ہے، دوسرے رشتہ دار جن کا میراث میں حصہ نہیں ہے، اُن کے لیے حکم وصیت اب بھی باقی ہے۔) وصیت کا نفاذ زیادہ سے زیادہ ترکہ کے ایک تہائی حصہ پر نافذ ہوسکتا ہے الا یہ کہ تمام ورثاء پوری وصیت کے نفاذ پر راضی ہوں۔

امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ جن رشتہ داروں کا میراث میں کوئی حصہ مقرر نہیں ہے، اب ان کے لیے بھی وصیت کرنا فرض ولازم نہیں ہے، کیونکہ فرضیت وصیت کا حکم منسوخ ہوگیا ہے۔ (تفسیر جصاص، تفسیر قرطبی) یعنی بشرطِ ضرورت وصیت کرنا مستحب ہے۔

وصیت کی مشروعیت قرآن کریم سے

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: تم پر فرض کیا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے پیچھے مال چھوڑ کر جانے والا ہو تو جب اس کی موت کا وقت قریب آجائے، وہ اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں دستور کے مطابق وصیت کرے۔ یہ متقی لوگوں کے ذمہ ایک لازمی حق ہے۔۔۔ پھر جو شخص اس وصیت کو سننے کے بعد اس میں کوئی تبدیلی کرے گا، تو اس کا گناہ ان لوگوں پر ہوگا جو اس میں تبدیلی کریں گے۔ یقین رکھو کہ اللہ (سب کچھ) سنتا جانتا ہے۔۔۔ ہاں اگر کسی شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ کوئی وصیت کرنے والا بے جا طرف داری یا گناہ کا ارتکاب کررہا ہے اور وہ متعلقہ آدمیوں کے درمیان صلح کرادے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (سورۃ البقرہ ۱۸۰۔۱۸۲) وصیت کا لازم اور فرض ہونا، یہ حکم اُس زمانہ میں دیا گیا تھا جب کہ وراثت کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وصیت کا حکم بتدریج نازل فرمایا۔ غرضے کہ مذکورہ بالا آیت میں وصیت کی فرضیت کا حکم منسوخ ہوگیا ہے؛ البتہ استحباب باقی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں جہاں وارثوں کے متعین حصے ذکر فرمائے ہیں، متعدد

مرتبہ اس قانون کو ذکر فرمایا: ’’یہ ساری تقسیم اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد ہوگی جو مرنے والے نے کی ہے، یا اگر اس کے ذمہ کوئی قرض ہے تو اس کی ادائیگی کے بعد‘‘۔ سورۃ النساء میں متعدد مرتبہ وصیت کے ذکر سے وصیت کی مشروعیت روز روشن کی طرح واضح ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ’’اے ایمان والو! جب تم میں سے کوئی مرنے کے قریب ہو تو وصیت کرتے وقت آپس کے معاملات طے کرنے کے لیے گواہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ تم میں سے دو دیانت دار آدمی ہوں (جو تمہاری وصیت کے گواہ بنیں) یا اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو، اور وہیں تمہیں موت کی مصیبت پیش آجائے تو غیروں (یعنی غیر مسلموں) میں سے دو شخص ہو جائیں‘‘۔ (سورۃ المائدہ ۱۰۶) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضر کے ساتھ سفر میں بھی وصیت کی جاسکتی ہے اور وصیت کرتے وقت دو امانت دار شخص کو گواہ بھی بنالیا کرو؛ تاکہ بعد میں کسی طرح کا کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔

وصیت کی مشروعیت حدیث نبوی سے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لیے جس کے پاس وصیت کے قابل کوئی بھی چیز ہو، درست نہیں کہ دو رات بھی وصیت کو لکھ کر اپنے پاس محفوظ کئے بغیر گزار دے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الوصیہ) (صحیح مسلم۔ کتاب الوصایا۔ باب الوصایا) قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایسا شخص ہے جس کے ذمہ قرضہ ہو یا اس کے پاس کسی کی امانت رکھی ہو یا اس کے ذمہ کوئی واجب ہو جسے وہ خود ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے وصیت میں یہ تفصیل لکھ کر رکھنا ضروری ہے، عام آدمی کے لیے وصیت لکھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے۔

وصیت کی مشروعیت اجماع امت سے

قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا وصیت کے جواز پر اجماع ہے، جیسا کہ علامہ ابن قدامہؒ نے اپنی مشہور کتاب (المغنی ج ۸۔ ص ۳۹۰) میں وصیت کے جواز پر اجماع امت کا ذکر کیا ہے۔

وصیت کی حکمتیں

وصیت کی متعدد حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کے انتقال کے بعد وراثت قرابت کی بنیاد پر تقسیم ہوتی ہے نہ کہ ضرورت کے پیش نظر، یعنی جو میت سے جتنا زیادہ قریب ہوگا

اس کو زیادہ حصہ ملے گا خواہ دوسرے رشتہ دار زیادہ غریب ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن شریعت اسلامیہ نے انسان کو یہ ترغیب دی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کو مدد کا زیادہ مستحق سمجھتا ہے اور اس کو میراث میں حصہ نہیں مل رہا ہے تو اس کے لیے اپنے ایک تہائی مال تک وصیت کر جائے۔ مثلاً کسی شخص کے کسی بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے اور پوتا پوتی حیات ہیں تو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی جائداد میں سے ایک تہائی مال تک اپنے یتیم پوتے اور پوتی کو وصیت کر جائے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں اس کی ترغیب بھی دی ہے۔

وصیت کی اقسام: واجب وصیت

(۱) اگر کسی شخص کا قرضہ ہے تو اس کی وصیت کرنا واجب ہے۔

(۲) اگر زندگی میں حج فرض کی ادائیگی نہیں کر سکا تو اس کی وصیت کرنا واجب ہے۔

(۳) اگر زکوۃ فرض تھی، ادا نہیں کی تو اس کی وصیت کرنا واجب ہے۔

(۴) اگر روزے نہیں رکھ سکا اس کے بدلہ میں صدقہ ادا کرنے کی وصیت کرنا واجب ہے۔

(۵) اگر کوئی قریبی رشتہ وصیت کے قانون کے مطابق میراث میں حصہ نہیں حاصل کر پا رہا ہے، مثلاً یتیم پوتا اور پوتی اور انھیں شدید ضرورت بھی ہے تو وصیت کرنا واجب تو نہیں ہے لیکن اسے اپنے پوتے کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔ بعض علماء نے ایسی صورت میں وصیت کرنے کو واجب بھی کہا ہے۔

مستحب وصیت

شریعت اسلامیہ نے ہر شخص کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنے مال میں سے ایک تہائی کی کسی بھی ضرورت مند شخص یا مسجد یا مدرسہ یا مسافر خانہ یا یتیم خانہ کو وصیت کر جائے؛ تا کہ وہ اس کے لیے صدقۂ جاریہ بن جائے اور اس کو مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب ملتا رہے۔

مکروہ وصیت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں اس وقت مکہ مکرمہ میں تھا (حجۃ الوداع یا فتح مکہ کے موقعہ پر)۔ حضور اکرم ﷺ اُس سرزمین پر موت کو پسند نہیں فرماتے تھے جہاں سے کوئی ہجرت کر چکا ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابن عفراء (سعد) پر رحم فرمائے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنے سارے مال و دولت کی وصیت (اللہ کے راستے میں) کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ میں

نے پوچھا پھر آدھے کی کردوں؟ آپ ﷺ نے اس پر بھی فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا کہ پھر تہائی مال کی کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تہائی مال کی کرسکتے ہو، اور یہ بھی بہت ہے۔ اگر تم اپنے رشتہ داروں کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑ دو کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اس میں کوئی شبہ نہ رکھو کہ جب بھی تم کوئی چیز جائز طریقہ پر خرچ کروگے تو وہ صدقہ ہوگا۔ وہ لقمہ بھی جو تم اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں دوگے (وہ بھی صدقہ ہے) اور (ابھی وصیت کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں)، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں شفا دے اور اس کے بعد تم سے بہت سے لوگوں کو فائدہ ہو اور دوسرے بہت سے لوگ (اسلام کے مخالف) نقصان اٹھائیں۔ (بخاری۔ کتاب الوصایا) (ترمذی۔ باب ما جاء فی الوصیہ بالثلث) غرضے کہ اگر اولاد و دیگر وارثین مال وجائداد کے زیادہ مستحق ہیں تو پھر دوسرے حضرات اور اداروں کے لیے وصیت کرنا مکروہ ہے۔

وضاحت: حضور اکرم ﷺ کی شفا کی دعا کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تقریباً پچاس سال تک حیات رہے اور انہوں نے عظیم الشان کارنامے انجام دئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ہی ۱۷ ہجری میں کوفہ شہر بسایا تھا جو بعد میں علم وعمل کا گہوارہ بنا۔ آپ ہی کی قیادت میں ایران جیسی سوپر پاور کو فتح کیا گیا۔ آپ نے ہی دریا دجلہ میں اپنے گھوڑے ڈال دیے تھے، علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے: دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے بحرِ ظلمات میں دوڑا دئے گھوڑے ہم نے۔

ناجائز وصیت

ایک تہائی سے زیادہ جائداد کی وصیت کرنا۔ وارث کے لیے وصیت کرنا۔ اس نوعیت کی وصیت نافذ نہیں ہوگی۔ اولاد یا کسی دوسرے وارث کو اپنی جائداد سے محروم کرنے کے لیے کسی دوسرے شخص یا دینی ادارہ کو وصیت کرنا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کئی لوگ (ایسے بھی ہیں جو) ساٹھ سال تک اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں زندگی گزارتے ہیں، پھر جب موت کا وقت آتا ہے تو وصیت میں وارثوں کو نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان پر جہنم واجب ہوجاتی ہے۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے یہ آیت (سورۃ النساء ۱۲) پڑھی: ”جو وصیت کی گئی ہو اس پر عمل کرنے کے بعد اور مرنے والے کے ذمہ جو قرض ہو اس کی ادائیگی کے بعد، بشرطیکہ (وصیت اور قرض کے اقرار کرنے سے) اس نے کسی کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔ یہ سب کچھ اللہ کا حکم ہے، اور اللہ ہر بات کا علم رکھنے والا، بردبار ہے۔“ (ترمذی باب

جاء فی الوصیۃ بالثلث)

وصیت سے متعلق چند مسائل

(۱) کوئی بھی شخص اپنی صحت مند زندگی میں کسی بھی اولاد کی تعلیم، اس کے مکان کی تعمیر وغیرہ پر کم یا زیادہ رقم خرچ کرسکتا ہے، اسی طرح عام صحت مند زندگی میں اولاد کے درمیان جائداد کی تقسیم کچھ کم یا زیادہ کے ساتھ کرسکتا ہے، تاہم اس کو چاہیے کہ حتی الامکان اولاد کے مصارف اور جائداد کو دینے میں برابری کرے۔ عام صحت مند زندگی میں وصیت یا وراثت کا قانون نافذ نہیں ہوتا۔ عام صحت مند زندگی میں اولاد و دیگر رشتہ داروں کو دی جانے والی رقم یا جائداد ہبہ کہلاتی ہے۔ غرضیکہ عام صحت مند زندگی میں باپ اپنی اولاد میں سے اگر کسی کو مالی اعتبار سے کمزور محسوس کررہا ہے یا اپنے یتیم پوتا یا پوتی کو اپنی طرف سے مخصوص رقم یا جائداد کا کچھ حصہ دینا چاہتا ہے تو دے سکتا ہے۔

(۲) ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی وفات کے وقت سوائے اپنے سفید خچر، اپنے ہتھیار اور اپنی زمین کے جسے آپ نے صدقہ کردیا تھا، نہ کوئی درہم چھوڑا تھا نہ دینار، نہ غلام نہ باندی اور نہ کوئی اور چیز۔ (بخاری کتاب الوصایا) غرضے کہ آپ ﷺ نے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا تھا، اسی وجہ سے ترکہ کے تعلق سے آپ ﷺ کی کوئی وصیت موجود نہیں ہے۔

(۳) قرض کو وصیت پر مقدم کیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے قرض وصیت سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا ہے، (یعنی انسان کے ترکہ میں سے تجہیز و تکفین کے بعد سب سے پہلے قرض کی ادائیگی کی جائے گی، پھر وصیت نافذ ہوگی)؛ جب کہ تم لوگ قرآن کریم میں وصیت کو پہلے اور قرض کو بعد میں پڑھتے ہو۔ (ترمذی باب ما جاء یبدا بالدین قبل الوصیۃ) مذکورہ بالا و دیگر احادیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قرض کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے۔

(۴) شرعاً وارث کو وصیت نہیں کی جاسکتی ہے، لیکن اگر کسی شخص نے وارثین میں سے کسی وارث کو وصیت کردی اور تمام ورثاء میت کے انتقال کے بعد اس کی وصیت پر عمل کرنے کی اجازت دے رہے ہیں تو وہ وصیت نافذ ہوجائے گی۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک تہائی سے زیادہ مال کی وصیت کردی اور تمام ورثاء میت کے انتقال کے بعد اس کی وصیت پر عمل کرنے کی اجازت دے رہے ہیں تو وہ وصیت نافذ ہوجائے گی۔

(۵) تحریر کردہ وصیت نامہ میں تبدیلی بھی کی جاسکتی ہے، یعنی اگر کسی شخص نے کوئی وصیت تحریر کر کے اپنے پاس رکھ لی، پھر اپنی زندگی میں ہی اس میں تبدیلی کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔

ایک اہم نقطہ

جس طرح ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کے انتقال کے بعد اس کا مال صحیح طریقہ سے اولاد اور دیگر وارثین تک پہنچ جائے اور اولاد اس کے مال کو صحیح طریقہ سے استعمال کرے اور اس میں مزید اضافہ بھی ہوتا رہے۔ اسی طرح ہمیں اس بات کی بھی فکر وکوشش کرنی چاہیے کہ ہمارے مرنے کے بعد ہماری اولاد کیسے اللہ کے احکام و نبی اکرم ﷺ کے طریقہ کے مطابق زندگی گزارے گی؟ تاکہ وہ مرنے کے بعد ہمیشہ ہمیش والی زندگی میں کامیاب ہوسکیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے لیے ان کی وصیت کا ذکر فرمایا ہے: اور اسی بات کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی، اور یعقوب نے بھی (اپنے بیٹوں کو) کہ: ''اے میرے بیٹو! اللہ نے یہ دین تمہارے لیے منتخب فرمالیا ہے، لہٰذا تمہیں موت بھی آئے تو اس حالت میں آئے کہ تم مسلم ہو۔ کیا اُس وقت تم خود موجود تھے جب یعقوب کی موت کا وقت آیا تھا، جب انھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ اُن سب نے کہا تھا کہ ہم اُسی ایک خدا کی عبادت کریں گے، جو آپ کا معبود ہے اور آپ کے باپ دادا ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کا معبود ہے اور ہم صرف اسی کے فرمانبردار ہیں۔ (سورۃ البقرۃ ۱۳۲ و ۱۳۳)

دوسرا اہم نقطہ

جیسا کہ ہم اپنی زندگی کے تجربات سے اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہر شخص اپنی زندگی کے آخری وقت میں بہت اہم اور ضروری بات ہی کرتا ہے۔ آپ ﷺ کے داماد اور چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا آخری کلام تھا: (نماز، نماز اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو)۔ (ابوداود، مسند احمد) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری وصیت یہ ارشاد فرمائی: نماز، نماز۔ اپنے غلاموں (اور ماتحت لوگوں) کے بارے میں اللہ سے ڈرو، یعنی ان کے حقوق ادا کرو۔ جس وقت آپ ﷺ نے یہ وصیت فرمائی آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے۔ (مسند احمد) اس سے ہم نماز کی اہمیت وتاکید کا اندازہ لگاسکتے ہیں کہ محسن انسانیت ﷺ نے آخری وصیت نماز کی پابندی کے متعلق کی، لہٰذا ہمیں پوری زندگی نماز کا اہتمام کرنا چاہیے۔